سلیم اللہ شاہ
لیکچرار گورنمنٹ کالج، ٹاؤن شپ، لاہور

ضبط شدہ نظمیں......ایک جائزہ

AzaadikiNazmain(The Poems of Freedom Movement) is a landmark document with reference to the freedom movement of the Subcontinent. This book was compiled by Mr.Sibt-e-Hasan and was published under the auspices of Halqa-e-Adab-e-Lucknow(The literary circle ofLucknow) in 1940. This book incorporates those poems of the distinguished Urdu poets who gave an impetus to freedom movement from 1857 to 1940. The importance of this book as a catalyst to freedom movement can be measured by the fact that it was confiscated by the Britishcolonial government soon after its publication.the present study gives a critical review of this book and contextualizes the poems included in it by drawing upon historical developments.

ہندستان کی تحریک آزادی میں اردو شاعری کا کردار بلاشبہ ہماری تاریخ ادب کا ایک زرّیں باب ہے۔ اپنے ملک پر سامراجی یلغار کے بالکل ابتدائی ایّام ہی میں اردو شعرا نے بدیسی اقتدار کے خلاف اپنے ردِّعمل کا اظہار کیا۔ یہ ردِّعمل جو ابتدا میں غیر ملکی تسلط کے بڑھتے ہوئے خطرات سے آگاہی کی صورت میں ظاہر ہوا، پہلے تحریک مجاہدین اور پھر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جہدوعمل کا ذریعہ بنا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد کچھ کھو جانے کا احساس ابھر کر سامنے آیا۔اس کے نتیجے میں اردو شعرا نے بکثرت نظمیں کہیں اور قومی و ملی شاعری کی ایک شاندار روایت کو فروغ دیا۔

انیسویں صدی کے اختتام تک جدید مغربی علوم کے اثرات کے نتیجے میں دوسرے مغربی تصورات کے ساتھ ساتھ وطنیت کے مغربی تصور کو کو بھی مقبولیت ملی۔ انقلاب فرانس کے فکری اثرات کے تحت ہندستانی سماج کے پڑھے لکھے طبقے میں آزادی اور جمہوریت کے تصورات متعارف ہوئے۔ ادھر جاپان کے ہاتھوں روس کی شکست نے مغربی قوتوں کے ناقابل تسخیر ہونے کے طلسم کو توڑ دیا۔ یوں ہندستان میں بیسویں کا آغاز نئے سیاسی ماحول کے ساتھ ہوا۔

اب ۱۸۵۷ء کی حساس صورت حال کے بعد اختیار کیا جانے والا حزم واحتیاط کا رویہ نظر ثانی کا محتاج ہوا، جس کے اثرات اردو ادب پر بھی مرتب ہوئے۔ چنانچہ اردو شعرا نے غیر ملکی اقتدار کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کیا اور ان کی نظموں میں بیرونی آقاؤں کے جابرانہ واستحصالی رویوں کے خلاف نعرہ ہائے احتجاج بلند ہوئے۔ اس طرح اردو شاعری میں اپنے حقوق کی آواز کے ساتھ ساتھ آزادی کے نعروں کی گونج بھی واضح سنائی دینے لگی۔

تقسیم بنگال کی منسوخی، جنگ طرابلس، سانحۂ مسجد کانپور، دوسری جنگ عظیم اور جلیانوالہ باغ کے حادثۂ خونین جیسے پے در پے واقعات، خاص طور پر تحریک خلافت کی پرجوش تحریک کے نتیجے میں ہندستان کے طول وعرض میں سیاسی بیداری کی ایک لہر پیدا ہوئی۔ اب عام ہندستانی باشندے کی نظر میں حقوق ومراعات کی باتیں پرانی ہو چکی تھیں اور وہ کامل آزادی کا طلب گار تھا۔ ۱۹۳۹ء میں

دوسری جنگ عظیم کا آغاز ہوگیا،جس کے بعد ہندستان میں حصول آزادی کے لیے جوش وخروش اور بڑھ گیا۔غرض ۱۹۴۰ء تک کامل آزادی کا حصول ہندستانی سیاست کا سب سے بڑا نصب العین بن گیا۔

''آزادی کی نظمیں''،ہندستان کی تحریک آزادی کے حوالے سے ایک اہم ادبی دستاویز ہے۔یہ کتاب حلقۂ ادب لکھنؤ کے زیراہتمام ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی جسے سبط حسن نے مرتب کیا۔تحریک آزادی میں اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس مہینے یہ شائع ہوئی عین اسی مہینے غیر ملکی حکومت نے اسے ضبط کرلیا کہ اس کی نگاہ میں یہ کتاب انگریزی اقتدار کے لیے خطرے کا باعث بن سکتی تھی۔اس کتاب کی تاریخی اور دستاویزی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۹۸۵ء میں اترپردیش اردو اکادمی لکھنؤ نے اس کو دوبارہ شائع کیا۔آزادی کی نظمیں :بلاشبہ اردو میں آزادی کے موضوع پرلکھی جانے والی نظموں کا اہم ترین مجموعہ ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد کی آٹھ دہائیوں میں لکھی جانے والی یہ معروف اردو شعرا کی وہ نظمیں ہیں جنھوں نے ملک کے عام باشندوں کے دلوں میں شعلۂ آزادی کو روشن کرنے اور ان کے جذبۂ حریت کو مہمیز دینے میں اہم کردار کیا۔یہ نظمیں ہندستان کی تحریک آزادی کے ارتقا کی ایک تاریخ ہیں جیسا کہ رفیع احمد قدوائی ان نظموں کے تعارف میں لکھتے ہیں:

> ''آزادی کے موجودہ تصور تک پہنچنے میں جتنے زینے ہندستانی سماج نے طے کیے ہیں، اتنے ہی ہمارے ادب نے بھی طے کیے ہیں، جتنے دور ہماری سیاسی اور سماجی زندگی میں آئے ہیں، اتنے ہی ہمارے ادب پر بھی آئے ہیں۔اسی بناپر کہاجاتا ہے ادب اور زندگی میں بڑا بنیادی تعلق ہے۔ادب زندگی کی حقیقتوں اور ضرورتوں کا ایسا عکس ہوتا ہے جو خود زندگی پر اثر ڈالتا جاتا ہے۔وہ زندگی کی وسعتوں کے ساتھ پھیلتا ہے۔مثال کے طور پر اردو شاعری میں آزادی کے تصور ہی کو لیجیے۔زندگی کی ضرورتوں کا احساس جس رفتار سے بڑھا،ہندستانی سماج میں حرکت اور بیداری کی لہریں جس تیزی سے آئیں،اسی رفتار اور تیزی سے اردو شاعری میں آزادی کا تصور بدلا''۔[۱]

۱۸۵۷ء کے بعد ہندستان میں قومی شعور کی بیداری اور تصور آزادی کی ارتقائی منازل کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے آزادی کی نظموں کے اس مجموعے میں تحریک آزادی کے مختلف مراحل کی ترجمان اردو کے تین درجن کے لگ بھگ ممتاز شعرا کی اَسّی (۸۰) سے زائد نظمیں شائع کی گئی ہیں۔ایک لحاظ سے یہ کتاب ہماری جدوجہد آزادی کا شعری انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں سیاسی سفر کو منزل بمنزل جذبات واحساسات کے آئینے میں پیش کیا گیا ہے۔آزادی کی ان نظموں کا آغاز غالب کے اس معروف قطعے سے کیا گیا ہے جو انھوں نے نواب علاٗ الدین خان علائی کے نام ایک خط میں لکھا تھا۔[۲] اس میں غالب نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد دہلی میں انگریزوں کے ہاتھوں ہونے والی خونریزی کی بڑی دردناک تصویرکشی کی گئی ہے۔ غالب ۱۸۵۷ء کے واقعات کے عینی شاہد تھے اور انھوں نے دہلی میں قلزم خون کو اپنی آنکھوں کے سامنے بہتے دیکھا جس کا اظہار انھوں نے اپنے خطوط میں بھی کیا ہے جیسا کہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

> ''ان کے خطوط سے ان کے نہاں خانۂ دل کے جوراز ہم پر ظاہر ہوئے ہیں،ان میں ایک یہ بھی ہے کہ دلی اور دلی والوں کی بربادی کا انھیں گہرا دکھ تھا۔غدر کے بعد مسلمانوں پر جو شدت روا رکھی گئی،اس کا انھیں دلی صدمہ تھا اور ایسی شکایتوں سے ان کے خطوط بھرے ہوئے ہیں''۔[۳]

نواب علاٗ الدین علائی کے نام خط میں لکھے گئے اس قطعے میں غالب نے بڑی جامعیت کے ساتھ واقعات ۱۸۵۷ء کی پوری

تاریخ بیان کردی گئی ہے:

بسکہ فعال ما یرید ہے آج ہر سلح شور انگلستاں کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا
چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا
شہر دہلی کا ذرّہ ذرّۂ خاک تشنۂ خوں ہے ہر مسلماں کا[۴]

اس مجموعے میں شامل آزاداورحالی کی نظموں میں حب الوطنی اورآزادی کے تصورات کے ابتدائی خدوخال ملتے ہیں۔گوپی چندنارنگ لکھتے ہیں:حالی اردو کے وہ پہلے شاعر ہیں جو ہندستان کی سیاست سے متاثر ہوئے اور جن کا دل ہندستان کی غلامی پررویا‘‘۔[۵] حالی کی تین نظمیں’’آزادی کی قدر‘‘،’’انگلستان کی آزادی اورہندوستان کی غلامی‘‘ اور’’سیاست‘‘ شامل مجموعہ ہیں۔وہ نظم ’’آزادی کی قدر‘‘میں کہتے ہیں:

ایک ہندی نے کہا حاصل ہے آزادی جنھیں قدردان ان سے بہت بڑھ کر ہیں آزادی کے ہم
ہم کہ غیروں کے سدا محکوم رہتے آئے ہیں قدر آزادی کی جتنی ہم کو ہو اتنی ہے کم[۶]

مولوی محمداسمٰعیل میرٹھی اپنے ملک کے باشندوں کوآزادی کی قدروقیمت سے روشناس کراتے ہوئے کہتے ہیں:

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر تو وہ خوف و ذلت کے حلوے سے بہتر
جو ٹوٹی ہوئی جھونپڑی بے ضرر ہو بھلی اس محل سے جہاں کچھ خطر ہو[۷]

مولاناشبلی کی تین نظمیں مجموعے میں شامل ہیں۔ان نظموں میں غیرملکی حاکموں کے استعماری ہتھ کنڈوں اور جورو استبداد کو موضوع بنایا گیاہے۔ان نظموں میں جہاں سامراج مخالف گھن گرج ہے ،وہاں اصلاح احوال کی دعوت بھی ہے۔ حالی کے ہاں آزادی کے جس جذبے کااظہاردھیمےلب ولہجے میں ہواہے،شبلی کے ہاں وہ پردردنالہ بن کرظاہرہواہے۔وہ تہذیب کے پردے کے پیچھے چھپے مغرب کے استعماری عزائم کو بے نقاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کوئی پوچھے کہ اے تہذیب انسانی کے استادو
یہ ظلم آرائیاں تاکے یہ حشر انگیزیاں کب تک
یہ مانا تم کو تلواروں کی تیزی آزمانی ہے
ہماری گردنوں پر ہوگا اس کا امتحاں کب تک[۸]

’’گلزاروطن‘‘ کے عنوان سے سرور جہاں آبادی کی بھی ایک نظم اس مجموعے میں شامل ہے۔

مجموعی طورپرانیسویں صدی کے اختتام تک اردوشعرانے اپنے ہم وطنوں میں احساس غلامی کواجاگر کیااوربقول ڈاکٹر درخشاں تاجور:’’ ان میں وطن پرستی،حریت پسندی اوراتحادویکجہتی کوابھارا‘‘۔[۹] اقبال بھی اپنی ابتدائی شاعری میں وطن پرستی کے انھی جذبات

سے متاثرنظر آتے ہیں اگر چہ بعد میں انھوں نے اپنے ان خیالات سے رجوع کرلیا تھا۔وطن پرستی کے حوالے سے اقبال کی تین نظمیں ''ترانۂ ہندی''، ''ہندوستانی بچوں کا گیت'' اور ''نیا شوالہ'' کو آزادی کی ان نظموں میں شامل کیا گیا ہے۔ان کے علاوہ نظم ''غلاموں کی نماز (ترکی وفد ہلال احمر لاہور میں)'' بھی شامل مجموعہ ہے۔جس میں غلامی کی خرابیوں اور آزادی کے ثمرات کو بصیرت افروز انداز میں بیان کیا گیا ہے۔اقبال نے تصورِخودی پیش کر کے قوم کے سامنے غلامی کے مسئلے کا حل رکھ دیا۔اقبال کی شاعری میں غلامی کے خلاف شدید ردعمل ملتا ہے اور وہ اپنی قوم کو غلامانہ طرزِ زندگی اور اندازِ فکر کے خلاف آمادۂ پیکار کرتے نظر آتے ہیں۔جیسا کہ رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:اقبال کی شاعری غلامی کے خلاف مستقل اعلان جنگ تھی۔[۱۰] نظم ''غلاموں کی نماز'' میں وہ کہتے ہیں:

ہزار کام ہیں مردانِ حرّ کو دنیا میں
انھیں کے ذوقِ عمل سے ہیں امتوں کے نظام
بدن غلام کا سوزِ عمل سے ہے محروم
کہ ہے مرور غلاموں کے روز و شب پہ حرام![۱۱]

مولانا ظفرعلی خاں کی کل ۹ نظموں کو شامل کیا گیا ہے۔سوائے جوش کے کسی بھی دوسرے شاعر کی اتنی تعداد میں نظموں کو نہیں دیا گیا ہے۔تاہم مولانا ظفرعلی خاں کی صرف انھی نظموں کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں متحدہ قومیت اور وطن پرستی کے جذبات کا اظہار ہوا ہے۔ظفرعلی خان کی شاعری میں تحریک آزادی کے مختلف مرحلوں اور ہندستان کی سیاست کے نشیب وفراز کی پوری تفصیل ملتی ہے۔انھوں نے طرابلس وبلقان کی جنگوں،قومی سانحات وواقعات ،رولٹ ایکٹ جلیانوالہ ،مارشل لا، ترکِ موالات اور تحریک خلافت سے متعلق جذبات واحساسات کو اپنی شاعری میں جگہ دے کر ہمیشہ کے لیے امر کردیا ہے۔نظم ''فانوس ہند کا شعلہ'' میں حصول آزادی کے لیے ایثاروقربانی کا جذبہ بیدار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

جتنی بوندیں تھیں شہیدانِ وطن کے خون کی
قصرِ آزادی کی آرائش کا سامان ہوگئیں
زندگی ان کی ہے ، دین ان کا ہے ، دنیا ان کی ہے
جن کی جانیں قوم کی عزت پہ قرباں ہوگئیں [۱۲]

اس مجموعے میں پنڈت برج نرائن چکبست کی نظمیں ''خاکِ ہند'' اور ''ہمارا وطن دل سے پیارا وطن'' شامل ہیں۔آزادی کی ان نظموں میں جوش کی سامراج مخالف اور حریت پسندانہ شاعری کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔شکست زندان کا خواب ''لمحۂ آزادی'' وفاداران ازلی کا پیام،شہنشاہ ہندستان کے نام ''خونی بینڈ''، ''تاج کا سایہ'' اور ''ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں سے'' جیسی ۹ راہم اور مقبول عام نظموں کو قارئین کی نظر کیا گیا ہے۔ ان نظموں میں سامراج دشمنی اور غلامی سے بیزاری کا بے باکانہ اظہار ہوا ہے۔جوش ہندستان کی تحریک آزادی کے اہم شاعر ہیں جیسا کہ اسلام بیگ چنگیزی لکھتے ہیں:جوش ہماری تحریک آزادی کے شاعر رہے ہیں۔اس لیے ان کی یہ نظمیں اس تمام ماحول کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہیں،جس کے درمیان ہماری تحریک آزادی نے ارتقائی سفر طے کیا۔[۱۳] ''شکست زندان کا خواب'' میں ہندستانی باشندوں میں آزادی کے لیے جوش وخروش کے نتیجے میں یہاں پر صدیوں سے قائم استعماری نظام کی شکست وریخت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کیا ہند کا زنداں کانپ رہا ہے، گونج رہی ہیں تکبیریں
اکتائے ہیں شاید کچھ قیدی اور توڑ رہے ہیں زنجیریں
سنبھلو کہ وہ زنداں گونج اٹھا ، جھپٹو کہ وہ قیدی چھوٹ گئے
اٹھو کہ وہ بیٹھیں دیواریں ، دوڑ کہ وہ ٹوٹیں زنجیریں [۱۴]

''لمحۂ آزادی''میں اپنے ہم وطنوں کے دلوں میں آزادی کے لیے جوش وجذبہ بیدار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سنو اے بستگان زلف گیتی ، ندا کیا آ رہی ہے آسماں سے
کہ آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر، غلامی کی حیات جاوداں سے [۱۵]

آزادی کی ان نظموں میں شامل حفیظ جالندھری کی نظم ''آزادی''میں فلسفۂ آزادی کوتمثیلی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ جگرمرادآبادی کی ایک فارسی نظم اورافسرمیرٹھی کی نظم''وطن کا راگ''میں وطن پرستی کے جذبات کا اظہار ہواہے۔ رومانیت پرستی اخترشیرانی کی خاص پہچان ہے۔ ان کے یہاں جذبۂ آزادی کا اظہار بھی رومانوی انداز میں ہواہے۔ اپنی نظم ''لوری''میں ماں کی زبانی نئی نسل کوحصول آزادی کے لیے جرأت وشجاعت کادرس دیتے ہوئے کہتے ہیں:

وطن کے نام پر اک روز یہ تلوار اٹھائے گا
وطن کے دشمنوں کو کنج تربت میں سلائے گا
اور اپنے ملک کو غیروں کے پنجہ سے چھڑائے گا
غرور خاندان ہوگامرا ننھا جواں ہوگا [۱۶]

حکیم محمد مصطفیٰ مداح (احمق پھپھوندوی) متحدہ ہندستان کے حامی اورقوم پرست شاعر تھے۔ ان کی نظم''کڑے مرحلے''میں قوم کو منزل آزادی کے حصول کے لیے کڑی آزمائشوں کے لیے تیار رہنے کی تلقین کی گئی ہے،جبکہ نظم''ہمارا دیس'' میں متحدہ ہندستانی قومیت کے جذبات کااظہارہواہے۔ روش صدیقی کی شاعری میں اپنے ملک کی غلامی پر بڑی دردمندی کااظہار ہواہے۔وہ تحریک آزادی کے پرجوش حامی تھے۔ بقول ڈاکٹر درخشاں تاجور:''روش صدیقی نے اپنے زورسخن سے اہل وطن کی رگ رگ میں جوش حصول آزادی کی لہریں دوڑائیں''۔[۱۷] روش صدیقی کی نظم''بیداریٔ مشرق'' کوشامل مجموعہ کیاگیاہے۔جس میں وہ اپنے ملک کے باشندوں کوخواب غفلت سے بیدار ہونے کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اے جمال شمع آزادی کے پروانو ! اٹھو
سو چکے اے قصر ملت کے نگہبانو ! اٹھو
بادۂ بیداری مشرق کے متانو ! اٹھو
اب جگا بھی دو بہت کچھ سو چکا ہے آفتاب
انقلاب! اے ساکنانِ ارض مشرق انقلاب [۱۸]

وقارانبالوی کی دونظموں''میدان جنگ میں صلح'' اور''ترانۂ جنگ'' میں وطن کے لیے ایثاروقربانی کا جذبہ بیدار کیاگیا

ہے۔احسان دانش کی شہرت شاعرمزدور کی ہے۔ اپنے ملک کی غلامی کا انھیں بھی رنج ہے۔ ڈاکٹرمعین الدین عقیل لکھتے ہیں: بغاوت اورانقلاب اس دور میں ان کے مخصوص موضوعاتِ سخن ہیں‘‘۔[۱۹] آزادی کی ان نظموں میں احسان دانش کی چارنظمیں شامل کی گئی ہیں۔ان میں سے ’’فقدانِ معاش‘‘ اور’’امیرملک کے فقیر باشندے‘‘میں غیرملکی حکمرانوں کی لوٹ کھسوٹ اورمقامی لوگوں کی معاشی زبوں حالی کاذکرہے۔نظم’’غلامی کی خصوصیات‘‘ میں غلامانہ ذہنیت کوآشکارکیاگیاہے،جبکہ’’امیدِ آزادی‘‘میں صبحِ آزادی کے طلوع ہونے کی نوید سنائی گئی ہے۔

گونج اٹھنے کو ہیں ہر گوشہ میں آزادی کے راگ
خامشی کا لحہ لحہ گوش بر آواز ہے[۲۰]

جمیل مظہری کی نظم’’نالۂ جرس‘‘ایک مارچنگ سانگ ہے۔الطاف مشہدی کی نظمیں’’لمحاتِ آزادی‘‘،’’ماں کی دعا‘‘ اور’’قومی ترانہ‘‘اس مجموعے میں شامل کی گئی ہیں۔آخری دونظموں میں وطن پرستی کے جذبات کااظہار ہواہے،جبکہ’’لمحاتِ آزادی‘‘ کے اندر آزادی میں گزرنے والے لمحات کوزندگی کی سب سے قیمتی متاع قراردیاگیاہے:

محبت کے آوارہ راگوں سے پیارے ۔۔۔ سلیمیٰ کی زلفوں کے ناگوں سے پیارے
ستاروں کے پر نور بستر سے دلکش ۔۔۔ مہ و مہر کے سیمگوں گھر سے دلکش
بہاروں کی اٹھتی جوانی سے شیریں ۔۔۔ مری عاشقی کی کہانی سے شیریں
وہ لمحات گزریں جو آزادیوں میں
وہ اوقات گزریں جو آزادیوں میں[۲۱]

دوسرے ترقی پسند شعراکے برعکس فیض کی شاعری محض انقلاب کا پراپیگنڈا بن کرنہیں رہ گئی ہے، بلکہ انھوں نے شعری محاسن کا پوراپوراخیال رکھاہے اورفیض کے یہاں بقول ڈاکٹرجمیل جالبی:’’شعریت اورسیاست دونوں ایک دوسرے میں بالکل شیروشکر ہوگئے ہیں‘‘۔[۲۲] وہ آزادی کی ان نظموں کی میں شامل اپنی ایک نظم’’تسلی‘‘میں صبحِ آزادی کےطلوع کے ہونے کا مژدہ سناتے ہوئے کہتے ہیں:

لیکن اب ظلم کی معیاد کے دن تھوڑے ہیں
اک ذرا صبر کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں
عرصۂ دہر کی جھلسی ہوئی ویرانی میں
ہم کو رہنا ہے ، پہ یوں ہی تو نہیں رہنا ہے
اجنبی ہاتھوں کا بے نام گراں بار ستم
آج سہنا ہے، ہمیشہ تو نہیں سہنا ہے[۲۳]

رضی عظیم الدین کی نظم’’نوجوانوں کی دنیا‘‘میں اپنے ملک کے نوجوان طبقے میں جذبہ آزادی کوبیدارکیاگیاہے۔معین احسن جذبی کا شمارکاروانِ آزادی کے حدی خوانوں میں ہوتاہے۔ ان کی نظم’’دعوتِ جنگ‘‘ کااسلوب جارحانہ ہے،جس میں وہ قوم کے سپاہی کو جنگ آزادی میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہوئے کہتے ہیں:

جھومتا چل اور خون خواروں کے سینے چیر ڈال
اک قدم بڑھ ، اور غداروں کے سینے چیر ڈال
ظلمت شب میں سیہ کاروں کے سینے چیر ڈال
اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ[24]

مخدوم محی الدین کا شمار ممتاز ترقی پسند شعرا میں ہوتا ہے۔انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں غیر ملکی اقتدار سے نفرت پیدا کی۔ان کی انقلابی شاعری میں بھی شعری محاسن کا خیال رکھا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر یعقوب یاور:'' وہ شاعری کے تقاضے سے غافل نہیں ہوتے۔ انھوں نے دوسروں کی طرح خطابت،واعظانہ انداز خشکی اور سخت لہجے سے اجتناب کیا ہے''۔[25] اس مجموعے میں ''جنگ''، ''مشرق''، ''موت کا گیت'' اور ''آزادیٔ وطن'' شامل ہیں۔'' آزادیٔ وطن'' میں وہ تحریک آزادی کے کامیابی سے ہم کنار ہونے کے بارے میں گہرے یقین کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قسم ہے خون سے سینچے ہوئے رنگین گلستاں کی
قسم ہے خون دہقاں کی قسم خون شہیداں کی
یہ ممکن ہے کہ دنیا کے سمندر خشک ہو جائیں
یہ ممکن ہے کہ دریا بہتے بہتے تھک کے سوجائیں
زمین پاک اب اپنی ناپاکیوں کو ڈھو نہیں سکتی
وطن کی شمع آزادی کبھی گل ہو نہیں سکتی[26]

عمرانصاری کی نظم ''ترانۂ آزادی'' میں وطن پرستی اور متحدہ ہندستانی قومیت کا اظہار ہوا ہے۔شمیم کرہانی بنیادی طور پر قوم پرست شاعر ہیں۔ ان کی نظموں ''قومی گیت''، ''جواں جذبے''، ''اشتراکی جھنڈا'' اور '' جگاوا'' کو آزادی کی نظموں میں شامل کیا گیا ہے۔ ان نظموں میں وطن پرستی،قوم پرستی اور ترقی پسندانہ جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔ انقلاب اور بغاوت اسرارالحق مجاز کی شاعری کا اہم عنصر ہیں، ان کی باغیانہ اورانقلابی دھن کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔بقول فیض احمد فیض:''مجاز انقلاب کے ڈھنڈورچی نہیں انقلاب کا مطرب ہے''۔[27] ان کی تین نظمیں ''ایک جلاوطن کی واپسی''، ''بدیشی مہمان سے'' اور ''انقلاب'' اس مجموعے میں شامل ہیں۔مجاز تحریک آزادی کے کامیابی سے ہم کنار ہونے کے بارے میں پرامید تھے۔ وہ اپنی نظم ''بدیشی مہمان سے'' میں غیر ملکی حکمرانوں کے غاصبانہ طرز حکومت اور لوٹ کھسوٹ سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہندستان کے باشندے اب مزید استحصال کے متحمل نہیں ہوسکتے،اس لیے بیرونی حاکموں کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ یہاں سے اپنا بوریا بستر لپیٹ کر بھاگ جائیں کیونکہ حالات ان کے قابو میں رہنے والے نہیں ہیں:

مسافر بھاگ وقت بے کسی ہے   ترے سر پر اجل منڈلا رہی ہے
تیری جیبوں میں ہیں سونے کے توڑے   یہاں ہر جیب خالی ہو چکی ہے
یہ عالم ہو گیا ہے مفلسی کا   کہ رسم میزبانی اٹھ چکی ہے
نہ دے ظالم فریب چارہ سازی   یہ بستی تجھ سے اب تنگ آ چکی ہے
مناسب ہے کہ اپنا راستہ لے
وہ کشتی دیکھ ساحل سے لگی ہے[28]

سماجی تلخیوں نے جاں نثار اختر کو رومانیت سے حقیقت کی طرف مراجعت پر مجبور کیا۔ ان کا اسلوب بیاں سادہ اور دلنشیں ہے۔ ان کی تین نظمیں ''پکار''، ''میں ان کے گیت گاتا ہوں'' اور ''ساقی'' مجموعے میں شامل کی گئیں ہیں۔ نظم ''میں ان کے گیت گاتا ہوں'' میں حصول آزادی کے لیے دلیرانہ جدوجہد اور ایثار و قربانی پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں:

جو آزادی کی دیوی کو لہو کی بھینٹ دیتے ہیں
صداقت کے لیے جو ہاتھ میں تلوار لیتے ہیں
میں ان کے گیت گاتا ہوں ، میں ان کے گیت گاتا ہوں [۲۹]

علی جواد زیدی کے یہاں پُر جوش انداز میں جذبۂ آزادی کا اظہار ہوا ہے۔ ان کی نظم ''من کی بھول'' غلام معاشرے کی سماجی تلخیوں کا نوحہ ہے۔ علی سردار جعفری کا شمار ترقی پسند تحریک کے صف اول کے شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری میں عصری سیاست اور ہنگامی موضوعات کو اہمیت دی گئی ہے۔ بقول اسلام بیگ چنگیزی: '' وہ شعرا کی نئی نسل کے سر برآوردہ نمائندے ہیں''۔ [۳۰] بغاوت سردار جعفری کی شاعری کا پسندیدہ موضوع ہے۔ یہ بغاوت سامراجی اور سرمایہ دار قوتوں اور سماجی و معاشی ناانصافیوں کا خلاف ہے۔ علی سردار جعفری کی دو نظمیں ''آزادی'' اور ''آگے بڑھیں گے'' دی گئیں ہیں۔ مزید دو نظمیں جنگ یورپ ۱۹۳۹ء کے زیرعنوان بھی شامل ہیں۔ نظم ''آزادی'' میں عظمت آزادی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

رفعت عرش بریں سے پُرفشاں ہوتی ہوں میں
صبح کے زریں تبسم میں عیاں ہوتی ہوں میں [۳۱]

رضا نقوی کی نظم ''مانجھی'' میں آزادی کے رومان انگیز تصور کا اظہار ہوا ہے۔ سید احتشام حسین کی نظم ''یہ نظام کہنہ'' میں سرمایہ دارانہ نظام کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ سلام مچھلی شہری کے یہاں جذبۂ آزادی کا اظہار سوز و مستی کے اندر ڈوبی ہوئی کیفیت میں ہوا ہے۔ بقول ڈاکٹر گوپی چند نارنگ: ''ان کے لب و لہجے کی نرم آہنگی سے ان کا خیال اور پیام عوام کے دلوں کے قریب ہو گیا'' [۳۲] زیر بحث مجموعے میں ان کی نظم ''مجبوریاں'' دی گئی ہے، جس میں انھوں نے بڑے رومانوی انداز میں جذبۂ آزادی کا اظہار کیا ہے:

مجھے نفرت نہیں ہے عشقیہ اشعار سے لیکن
ابھی ان کو غلام آباد میں مَیں گا نہیں سکتا
ابھی ہندوستان کو آتشیں نغمے سنانے دو
ابھی چنگاریوں سے اک گل رنگیں بنانے دو [۳۳]

آزادی کی نظموں کے اس مجموعے کے آخر میں جنگ یورپ ۳۹ء کے زیرعنوان جوش کی نظم ''ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام'' اور سردار جعفری کی دو نظمیں ''فوجی بھرتی'' اور ''جنگ اور انقلاب'' دی گئی ہیں۔ ان نظموں میں سامراج مخالف جذبات کا کھل کر اظہار کیا ہے۔ جنگ یورپ کے بارے میں ہندستانی عوام کے حقیقی جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے۔ مغربی ممالک کی ہوس ملک گیری کی وجہ سے شروع ہونے والی اس جنگ کے نتیجے میں ایشیا پر صدیوں سے مسلط مغرب کے استعماری نظام کی گرفت ڈھیلی ہونے پر مسرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ سردار جعفری کی نظم ''جنگ اور انقلاب'' میں استعماری نظام کے شکست و ریخت سے دوچار ہونے

اوراس کے نتیجے میں آزادی کے امکانات روشن ہونے پر والہانہ جوش وخروش کا اظہار کیا گیا ہے:

رقص کر اے روح آزادی کہ رقصاں ہے حیات
گھومتی ہے وقت کے محور پہ ساری کائنات
اڑ رہا ہے ظلم و استبداد کے چہرے سے رنگ
چھٹ رہا ہے وقت کی تلوار کے ماتھے سے زنگ
ہل چکا ہے تخت شاہی،گر چلا ہے سر سے تاج
ہر قدم پر ڈگمگایا جا رہا ہے سامراج[۳۴]

ضمیمے میں اکبرالہ آبادی کی تین نظمیں''برٹش راج''، ''کبھی ایسی تو نہ تھی'' اور''جلوہ دربار دہلی'' دی گئی ہیں۔ان کے علاوہ کچھ متفرق اشعار بھی ہیں۔''جلوہ دربار دہلی''اکبرالہ آبادی کی وہ شاہکار نظم ہے جو گہرے قومی درد میں ڈوب کر لکھی گئی ہے۔اکبر نے اس نظم میں باتوں باتوں میں بہت کچھ کہہ دیا ہے۔بظاہر لگتا ہے کہ شاعر سرسری منظرکشی کر رہا ہے لیکن درحقیقت ہلکے مصرعوں میں یا مزاج کے حریری پردوں کے پیچھے گہرا درد پوشیدہ ہے۔[۳۵] وہ بتاتے ہیں کہ سات سمندر پار سے آنے والے انگریز ہندستان میں دولت واقتدار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور عام ہندستانی کے لیے ماسوائے حسرت ویاس کے کچھ نہیں بچا ہے:

اوج برٹش راج کا دیکھا   پر تو تخت و تاج کا دیکھا
رنگ زمانہ آج کا دیکھا   رخ کرزن مہراج کا دیکھا
پہونچے پھاند کے سات سمندر   تحت میں ان کے بیسیوں بندر
اوج بخت ملاقی ان کا   چرخ ہفت طباقی ان کا
محفل ان کی ، ساقی ان کا   آنکھیں میری ، باقی ان کا[۳۶]

۱۸۵۷ء کے بعد کی آٹھ دہائیوں میں لکھی جانے والی آزادی کی ان نظموں نے ہندستان میں تحریک آزادی کے لیے ماحول کو سازگار بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔اردو شعرانے اپنی ان پرجوش نظموں کے ذریعے عام ہندستانیوں میں سیاسی شعور کو بیدار کیا۔ان میں احساس غلامی پیدا کر کے انھیں غیرملکی اقتدار سے بدظن کیا۔جذبہ آزادی کے بے باکانہ اظہار کے ذریعے حکمرانوں کے ڈر اورخوف کولوگوں کے ذہنوں سے نکال کرانھیں قافلۂ حریت میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔حصول آزادی کے لیے جذبہ وشوق کو پروان چڑھا کر آزادی کی منزل کوقریب سے قریب تر کر دیا۔

حوالہ جات

۱۔ سبط حسن(مرتب) آزادی کی نظمیں۔حلقۂ ادب لکھنؤ،۱۹۴۰ء،ص۹،۱۰
۲۔ اردوئے معلی،لاہور:۱۹۲۲ء،ص۳۰۳
۳۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ:ہندوستان کی تحریک آزادی اور اردو شاعری۔سنگ میل پبلی کیشنز لاہور،۲۰۰۵ء،ص۴۴۳
۴۔ آزادی کی نظمیں،ص۱۴
۵۔ ہندوستان کی تحریک آزادی اور اردو شاعری،ص۳۲۷

۶۔ آزادی کی نظمیں،ص۱۸

۷۔ ایضاً،ص۲۱

۸۔ ایضاً،ص۲۵

۹۔ ڈاکٹر درخشاں تاجور:ہندوستان کی جدوجہد آزادی اور اردوشاعری۔نصرت پبلی کیشنز لکھنؤ،۱۹۹۱ء،ص۱۵

۱۰۔ رئیس احمد جعفری:اقبال اورسیاست ملی۔اقبال اکادمی کراچی،۱۹۵۷ء،ص۳۴۲

۱۱۔ آزادی کی نظمیں،ص۳۸

۱۲۔ ایضاً،ص۳۹

۱۳۔ اسلام بیگ چنگیزی:ایشیائی بیداری اوراردوشعرا۔ادارہ انیس اردو الہ آباد،۱۹۶۱ء،ص۵۵

۱۴۔ آزادی کی نظمیں،ص۵۴،۵۵

۱۵۔ ایضاً،ص۵۵

۱۶۔ ایضاً،ص۷۷

۱۷۔ ہندستان کی جدوجہد آزادی اور اردوشاعری،ص۶۳۷

۱۸۔ آزادی کی نظمیں،ص۸۹،۹۰

۱۹۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل:تحریک آزادی میں اردو کا حصہ۔مجلس ترقی ادب لاہور،۲۰۰۸ء،ص۳۷۱

۲۰۔ آزادی کی نظمیں،ص۱۰۳

۲۱۔ ایضاً،ص۱۰۹

۲۲۔ ڈاکٹر جمیل جالبی:فیض ایک تقابلی مطالعہ،مشمولہ:افکار کراچی،فیض نمبر۱۹۶۵ء،ص۳۷۸

۲۳۔ آزادی کی نظمیں،ص۱۱۴

۲۴۔ ایضاً،ص۱۱۹

۲۵۔ ڈاکٹر یعقوب یاور:ترقی پسندتحریک اوراردوشاعری،ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ،۱۹۹۷ء،ص۳۰۴

۲۶۔ آزادی کی نظمیں،ص۱۲۸

۲۷۔ بحوالہ:ترقی پسندتحریک اور اردو شاعری،ص۲۱

۲۸۔ آزادی کی نظمیں،ص۱۴۲

۲۹۔ ایضاً،ص۱۵۳

۳۰۔ ایشیائی بیداری اور اردو شعرا،ص۱۰۵

۳۱۔ آزادی کی نظمیں،ص۱۶۴

۳۲۔ ہندوستان کی تحریک آزادی اور اردوشاعری،ص۱۰۵

۳۳۔ آزادی کی نظمیں،ص۱۷۳

۳۴۔ ایضاً،ص۱۸۳،۱۸۴

۳۵۔ ہندوستان کی تحریک آزادی اور اردوشاعری،ص۳۶۷

۳۶۔ آزادی کی نظمیں،ص۱۸۹